8/10

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور



احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ قَدْ وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ قَرِیْنَہٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِیْنَہٗ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ قَالُوْا وَ اِیَّاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَ اِیَّایَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ فَاَسْلَمُ فَلَا یَأْمُرُنِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ (رواہ مسلم)

ترجمہ :۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے ہر شخص پر اللہ تعالےٰ نے دو قوتیں مقرر فرمائی ہیں جو اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ ایک جنّ دوسرا فرشتہ۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا یہ دونوں قوتیں آپ کے ساتھ بھی ہیں ؟ فرمایا۔ جی ہاں، میرے ساتھ بھی ہیں۔ لیکن (شر کی قوت کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے میری مدد فرمائی ہے۔ اس لئے) میں اس کے فریب سے محفوظ رہتا ہوں۔ مجھ کو وہ بھی بھلائی ہی کا مشورہ دیتی ہے۔

(مسلم شریف)

تشریح :۔ سبحان اللہ! معصومیّت کا مقام بھی کیا بلند مقام ہے۔ جہاں سامانِ ضلالت بھی اسباب ہدایت بن کر رہ جاتا ہے۔ اب ذرا سوچیے کہ جس منبع شر بھی گردنِ تسلیم خم کردے وہاں پھر شر کی گنجائش کس راستہ سے نکل سکتی ہے۔ جس کی معصومیّت کی قوت کا اثر معصیت کی قوتوں پر بھی اتنا گہرا پڑتا ہو کہ وہ بھی موثر ہونے کے بجائے خود اس سے متاثر ہو کر رہ جائیں اور اس لئے اس کی معصومیّت کے سامنے انقیاد و تسلیم کے سوا، ان کے لئے کوئی چارۂ کار نہ رہے ان کی عصمت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ۔ جو میرے خالص بندے ہیں ان (کے مقابلہ) پر تجھے ذرا بھی غلبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

اس سے یہی کچھ مترشح ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خاص بندوں کے سامنے وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ اس لئے خود بڑی خودسری کے موقعہ پر بھی اس کو الا عبادک منھم المخلصین (مگر جو تیرے خالص بندے ہیں ان کو میں گمراہ نہ کرسکونگا) کا استثناء کرنا پڑا ہے۔ ایک حدیث میں ہے :۔

ان المؤمن لیضنی شیاطینہ کما یضنی احدکم بعیرہ فی السفر

(رواہ احمد بسند فیہ ابن لہیعۃ کما فی المجمع)

ترجمہ :۔ بندۂ مومن اپنے شیطانوں کو خداتعالےٰ کی فرمانبرداری کرتے کرتے اس طرح لاغر کر دیتا ہے جس طرح ایک شخص سفر کرتے کرتے اپنا اونٹ لاغر کر دیتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جب ایسے مومن کی شیطانی طاقت کمزور ہوگی تو اس کی ملکی طاقت ضرور مسرور ہوگی۔ اور جتنی وہ مسرور ہوگی اتنی ہی ہر کام میں اس کی معین و مددگار رہے گی۔ حتیٰ کہ اس کی شیطانی میں برائی پر برانگیختہ کرنے کا کوئی حوصلہ ہی نہ رہے گا۔ اور اس وقت اس آیت کے معنے اس کے سامنے منکشف ہو جائینگے۔

ان کید الشیطان کان ضعیفا۔

جب انبیاء علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی شان یہ ہو تو انبیاء علیہ السلام کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ اگر وہ العیاذ باللہ خود اس کے فریب میں آسکتے ہیں تو پھر ان پر ایمان لانے والے اس سے بچ کر بھلا کہاں نکل سکتے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ شریعت میں فرشتے اور شیطان کا وجود تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اس لئے یہاں حدیث میں تاویل کرنا اور ان سے نفس انسانی میں صرف خیر و شر کا رجحان مراد لے لینا قطعاً غلط ہوگا۔

جامع ترمذی میں عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روایت ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان اور فرشتہ ابن آدم کے قلب میں دونوں باتیں القا کرتے ہیں القاء شیطانی کی علامت یہ ہے کہ اس میں شر اور حق کی تکذیب کا مضمون ہو اور فرشتہ کی جانب سے ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس میں خیر اور حق کی تصدیق کا مضمون ہو۔ لہذا جس کے دل میں اس قسم کی بات آئے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ فرشتہ کی جانب سے ہے اور اگر اس کے خلاف قسم کی بات آوے تو شیطان سے اللہ تعالےٰ کی پناہ لینی چاہیے۔ اس کی شہادت میں آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء (تفسیر سورۃ بقرہ) علماء کہتے ہیں کہ لمّۂ شیطانی کا نام وسوسہ اور لمّۂ ملکی کا نام الہام ہے۔

پ پ پ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور
فون ۶۷۵۴۵

شرح چندہ
پاکستان و ہندوستان
سالانہ:- گیارہ روپے
ششماہی:- چھ روپے
سہ ماہی:- تین روپے
فی پرچہ:- ۲۵ پیسے

سعودی عرب، ایران، کویت، ملایا۔ ہانگ کانگ، افریقہ، انگلینڈ
سالانہ:-
عام ڈاک سے:- ۱۸/۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے:- ۵۴ روپے

امریکہ: عام ڈاک سے ۲۴ روپے ہوائی ڈاک سے ۸۳/۸۰ روپے
بیرونی ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائیگا۔

جلد ۸ | ۹ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۶۲ء | شمارہ ۱۰

عورتوں کا مظاہرہ

راولپنڈی میں قومی اسمبلی کے اجلاس کے دنوں میں جب کہ عائلی قوانین (مسلم فیملی لاز) کی منسوخی کی تحریک پر بحث ہو رہی تھی۔ چند مغرب زدہ اور ناعاقبت اندیش عورتوں نے جلوس نکالا، اسمبلی ہال کے سامنے مظاہرہ کیا اور اس مظاہرہ میں عورتوں نے بعض علمائے کرام کے خلاف نعرے لگائے۔

علمائے کرام پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے وہ تو دین کے لئے کام کر رہے ہیں اور دین کی خاطر ہر تکلیف اور ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ احیاء دین اور اعلائے کلمۃ اللہ ان کی زندگی کا مقصد ہے اور مقصد کے لئے آدمی کو سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کرنے سے ہماری بہنوں نے خود اپنی توہین کی ہے۔ وہ پہلی بار اسلامی احکام کے خلاف اس طرح میدان میں آئی ہیں۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ دین یا علماء دین پر کیچڑ اچھالنے سے خود ان کی ذلت و رسوائی ہوگی۔

ہم اپنی ان بہنوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مسائل کا فیصلہ مظاہروں سے نہیں ہوتا نہ کسی وزیر یا ممبر کی حمایت یا مخالفت سے شرعی احکام بدل سکتے ہیں۔ جب مشرقی اور مغربی پاکستان کے اجلۂ علمائے دین نے بالاتفاق اعلان کر دیا ہے کہ عائلی قوانین اسلام کے خلاف ہیں۔ تو ان قوانین کو عین اسلام بتانا یا ان کو مسلمانوں پر جبراً نافذ کرنا جوئے شیر لانا ہے۔

مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں۔ مگر قرآنی احکام اور اسلامی شریعت میں ترمیم و تنسیخ کو قطعی قبول نہیں کر سکتے۔ فرض کیجئے خدانخواستہ پارلیمنٹ ان قوانین کی تصدیق کر دے کیا یہ قوانین جائز اور قابلِ قبول ہو جائیں گے اور علمائے دین خاموش ہو کر بیٹھ جائینگے

ایں خیال است و محال است و جنوں

جو شخص حکومت کو ان قوانین کے حق میں مشورہ دیتا ہے ہم ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ایک غیر مختتم نزاع اور ہنگامے کو دعوت دیتا ہے۔

ہم اپنی بہنوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ان کا صحیح مقام گھر ہے مسلمان عورت گھر کی رانی ہے۔ اپنی اولاد کی ماں اور استانی ہے اس کی گود بہترین اخلاق کی درسگاہ ہے وہ عظیم مصلح اور مجاہد مہیا کر سکتی ہے۔ اس کی عزت، اس کی عصمت ہے۔ اس کا پردہ اس کا قلعہ ہے۔

ظاہر ہے کہ خواتین کا باہر آ کر زیب و زینت کا مظاہرہ کرنا اپنے اعضائے زینت کو دکھاتے پھرنا۔ اور اس آوارہ اور بے باک دنیا کے سامنے اپنے جوہر شرم و حیا کو اس طرح لٹانا نہ اسلام ہے نہ مسلم خواتین کے شایانِ شان۔

اسلام مردوں اور عورتوں سب کے لئے رحمت ہے اسلام نے عورتوں کو اونچا مقام عطا فرمایا ہے اور بیوی شوہر کے حقوق کا ایسا بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ کہ اس سے زیادہ بہتر ممکن ہی نہیں ہماری بہنوں کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے کہ اس میں فلاح دارین ہے۔ یورپ کی تہذیب سے خود یورپ تنگ آیا ہوا ہے۔ اس کی تقلید ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

ہمیں یہ کہنے میں قطعی کوئی باک نہیں کہ اس طرح کی بے پردہ خواتین ملک میں ایک فیصدی بھی نہیں ہیں۔ کسی وزیر یا افسر کی بیوی بن جانے یا بے پردہ اور بے باک ہو جانے سے ان کو سرخاب کا پر نہیں لگ جاتا۔ ان کی رائے کروڑوں پردہ دار خواتین کی رائے نہیں اور نہ ہی ان کو حق ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور غلط خیالات کو دوسروں کے سر تھوپیں۔ ہم حکومت سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ دین کے معاملہ میں صرف علمائے دین اور ماہرینِ شریعت کی رائے کا اعتبار کرے۔ اس سلسلہ میں بڑے سے بڑے قانون دان کی رائے بھی کوئی وزن نہیں رکھتی۔

وما علینا الا البلاغ

قومی پارلیمنٹ زندہ باد

مسلمانانِ پاکستان کے لئے اس سے بڑھ کر خوشخبری اور مژدۂ جانفزا اور کیا ہوگا کہ ہماری قومی پارلیمنٹ نے راولپنڈی میں یہ تجویز پاس کر دی ہے کہ ملک کے تمام موجودہ قوانین کو کتاب و سنت کے مطابق بنایا جائے یہ وہ عظیم برکت ہے جو علمائے دین کے ممبر بن جانے سے ملک و ملت کو حاصل ہوئی ہے ہم مغربی پاکستان کے جلیل القدر عالم اور پارلیمنٹ کے ممبر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا عباس علی صاحب، مولوی فرید احمد صاحب اور مشرقی بنگال کے دیگر علمائے کرام اور ممبران عالی مقام کی خدمت میں ان کے اس کارنامے پر دلی مبارکباد پیش کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ جلد از جلد ہمارے ملک پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنا کر اس کو بہترین مقام اور بے نظیر استحکام نصیب کرے۔ آمین!

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یہ بات اور بھی بھلی اور روشن مستقبل کی آئینہ دار معلوم ہوتی ہے کہ قومی اسمبلی کے سارے ایوان میں سے کوئی بھی آواز اس مبارک تجویز کے خلاف نہ اٹھی اور متفقہ طور پر یہ تجویز بلا کسی پس و پیش کے پاس ہو گئی۔

خدا کرے جلد از جلد اسے عملی شکل دے دی جائے اور دنیا کو دیکھنے کا موقع ملے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دینِ خداوندی آج بھی خطۂ ارضی کو جنت نظیر بنا سکتا ہے۔ (۴)

۴- یقین جانئے کہ دکھوں میں گھری ہوئی دنیا کے درد و آلام کا مداوا سوائے اسلامی آئین کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات یکم صفر المظفر ۱۳۸۲ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۶۲ء

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی نے
مجلسِ ذکر کے بعد حسبِ ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔　(نظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی — اَمَّا بَعْدُ

بدگمانی، عیب جوئی اور خود غرضی بدترین بیماریاں ہیں

محترم حضرات! آپ جانتے ہیں۔ یہ مجلس ذکر محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر منعقد ہوتی ہے۔ آپ میں سے کئی حضرات دُور دُور سے اللہ کا نام لینے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی کے بعد چونکہ حضرت علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ روحانی بیماریوں کے علاج کے سلسلے میں اپنے ارشاداتِ عالیہ سے نوازا کرتے تھے۔ اس خاکسار کو بھی حضرت اقدس کے اتباع میں کچھ معروضات پیش کرنا پڑتی ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم

برادرانِ عزیز! گذشتہ جمعرات آپس میں محبت و الفت رکھنے اور ہمدردی و غمخواری کا برتاؤ کرنے کے سلسلے میں چند احادیث اور ان کی شرح بیان کی گئی تھی۔ اس مرتبہ اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور مسلمانوں میں نفرت و حقارت کا بیج بونے والی روحانی بیماریوں کی نشاندہی کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ تاکہ ان کے اثراتِ بد سے نجات حاصل کی جا سکے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَتَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا ط

(رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو نہ آپس میں حسد کرو۔ نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو۔ بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔

اس حدیث شریف میں جن جن باتوں سے روکا گیا ہے عموماً یہی باتیں دلوں میں نفرت و عداوت کی تخم ریزی کرتی اور آپس کے تعلقات کی خرابی پر منتج ہوتی ہیں۔

حکیم نوعِ انسانی نے سب سے پہلے اصل بیماری کو لیا اور فرمایا کہ بدگمانی ہی سب سے جھوٹی بات اور نفاق کی جڑ ہے — اگر بدگمانی دل میں راہ نہ پائے تو ناممکن ہے کہ حقارت و نفرت کے جذبات قلب میں جاگزیں ہوں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو جاتے وہ دوسروں کی اچھی باتوں کو بھی بدنیتی اور بددیانتی پر محمول کرکے اَن ہونی باتیں ان سے منسوب کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے۔

پھر جب دوسری طرف سے جوابی کاروائی شروع ہوتی ہے تو معاملہ رہا سہا بھی برباد ہو کے رہ جاتا ہے اور تعلقات کے سدھرنے کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہو پاتی۔ اسی لئے حکیم انسانیت نے اسے اکذب الحدیث کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ اور اس بیماری سے شفایابی کا یہ نسخہ تجویز کیا۔ کہ ہر مومن دوسرے مومن کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا گمان کرے۔

"ظنّ المومنین خیرًا"

اور اسی پر بس نہیں کیا فرمایا:-

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَۃِ۔ حسن ظن ہی اچھی عبادت سے ہے۔

اللہ تعالٰے ہمیں ہر مسلمان کے متعلق نیک گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور بدگمانی کی بیماری سے نجات دے۔ آمین

دوسری بات جو رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ وہ بھی اتحاد و اتفاق کے جذبہ کے منافی ہے۔ اگر ایک شخص دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ میں محو ہو۔ جاسوسوں کی طرح عیب تلاش کرنے میں مصروف کار رہے اور خود غرضی کے مرض کا شکار ہو۔ تو ظاہر ہے۔ یہ شخص بھی فساد کا باعث بن سکتا ہے جب یہ دوسروں کے عیب تلاش کریگا تو دوسرے لازماً اس کے عیوب کی ٹوہ میں رہیں گے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ ایک طرف عیب جوئی کرنے والے اپنے حال سے بیخبر ہو جائیں گے اور وقت جو یادِ خداوندی اور مفید کاموں میں صرف ہونا چاہئے تھا اُسے ضائع کر دیں گے تو دوسری طرف بغض و عناد کے بانی بنیں گے اور تفریق بین المسلمین کا بیج بوئیں گے۔

رہ گئی خود غرضی تو وہ قومی و ملی زندگی میں سب سے بڑا جرم ہے۔ اس لئے کہ خود غرض انسان صرف اپنے مفاد پر تمام ملک و قوم کے فائدے قربان کر دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ اُسے محض اپنی غرض مطلوب، مقصود اور محبوب ہوتی ہے۔ دوسروں سے اُسے کوئی سروکار نہیں — اب ایسا شخص معاشرہ کے وجود پر رِستا ہُوا ناسور نہیں تو اور کیا ہے اور اس سے اتحاد بین المسلمین کے پاکیزہ تصوّر کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

اسی طرح حسد، بغض اور کینہ، ایک دوسرے سے منہ پھیرنا یہ بھی خلافِ اسلام حرکات اور بدترین روحانی بیماریاں ہیں۔ یہ بھی جذبۂ محبت و اخوت کی قاطع اور اخوتِ اسلامی کی جڑوں کو کاٹنے کے لئے کلہاڑے سے کم نہیں۔ آئندہ کسی صحبت میں ان کے متعلق بھی معروضات پیش کر دی جائیں گی۔

اللہ تعالٰے ہمیں تمام روحانی بیماریوں سے نجات دے۔ محبت و اخوت کے جذبات دلوں میں موجزن کرے۔ ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔ جب تک زندہ رکھے۔ اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ اور حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ ذیل پر پورا اترنے کی توفیق دے۔ آمین

اَلْمُسْلِمُ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ محفوظ رہیں)

خطبہ یوم الجمعہ ۲ ر صفر المظفر ۱۳۸۲ھ مطابق ۶ ر جون ۱۹۶۲ء

ازجانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ـــ اَمَّا بَعْدُ

عورتوں پر اسلام کے احسانات

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

ترجمہ:۔ اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بھلائی رکھی ہو۔

یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلّت کا برتاوا عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو۔ پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خوٗ اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو۔ شاید اس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے کہ تم کو ناپسندیدہ ہو کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے کوئی بڑی منفعت دینی یا دنیوی رکھ دے۔ سو تم کو تحمل کرنا چاہئے۔ اور بدخوٗ کے ساتھ بدخوئی نہ چاہئے۔ (حاشیہ شیخ الہندؒ)

عورتوں کے حقوق

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

ترجمہ:۔ عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیساکہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ جن کا قاعدے کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے۔ تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور اس کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہو گی۔

(حاشیہ شیخ الہند)

اسلام دینِ رحمت ہے

برادرانِ اسلام! اسلام رحمۃ العالمین کا سکھلایا ہوا دین ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے احکام رب العالمین کی ساری مخلوق کے لئے رحمت ہوں۔ ظاہر ہے مخلوق خداوندی میں مستورات بھی شامل ہیں۔

عورت کی حیثیت ظہورِ اسلام سے پہلے

ظہورِ اسلام سے پہلے آدمیوں کی نظر میں عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ اسے ایک ذلیل جانور سے بھی کمتر اور گری ہوئی خیال کیا جاتا تھا۔ عورت کسی جانور کا دودھ نہیں دوہ سکتی تھی۔ اگر کسی گھرانے کی عورت ایسا کر بیٹھتی تو سارا خاندان حقیر سمجھا جاتا۔ مالِ وراثت کا حصہ صرف بالغ مردوں کے لئے مخصوص تھا تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے۔ بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا۔ عورت خوش ہو یا ناخوش وہ چادر والے کی بیوی بن جاتی تھی سوتیلے بیٹے بھی سوتیلی ماؤں پر اسی طرح قابض ہو جایا کرتے تھے۔ ہندوؤں میں ستی ہونے کا رواج تھا۔ اور بیوہ اپنے خاوند کے ساتھ زندہ جل کر راکھ ہو جاتی۔ گھر میں ایسی عورت کو منحوس گنا جاتا۔ شریف گھرانوں میں زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کر دیتے یا کسی گہرے کنوئیں میں دھکیل کر ہلاک کر دیتے اور اس پر فخر کیا کرتے کہ ان کے نزدیک یہ انسانیت سوز فعل اعلیٰ شرافت کا نشان تھا۔ شادی بیاہ کا کوئی ضابطہ موجود نہ تھا۔ لونڈیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں۔ گانے بجانے اور ناچنے کے لئے پالا کرتے تھے۔ ان کی زناکاری کی آمدنی کو ان کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے۔ اور جو لڑکیاں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں انہیں قینات میں داخل کیا جاتا تھا۔ عیسائیوں کے ہاں اگر ساری عمر شادی شدہ رہنے کا غیر فطری رواج تھا تو کئی دیگر مذاہب ایسے بھی تھے جن میں ایک ایک مرد نے سینکڑوں عورتوں کو داشتہ بنا رکھا تھا۔ کہیں عورت کو اناج، غلّہ، روپیہ، پیسہ کی طرح دان (خیرات) دیا جاتا (ہندومت) اور کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا یا کبھی عورت کو مجسم شیطان تعبیر کیا جاتا (عیسویت) کہیں اُسے صرف اغراضِ شہوانی کا آلہ قرار دیا جاتا (یہودیت) اور کہیں بے جان زمین سمجھا جاتا تھا۔

ان جملہ حالات میں عورت کی شخصیت ذہنیت، حقوق کا ذرہ برابر پاس و لحاظ بھی کسی نے کیا؟ کوئی صدا اس کی حمایت میں بلند ہوئی؟

ہاں ساری کائنات میں عرب کے نبیٔ اُمیؐ آمنہ کے لال کی آواز اٹھی۔ اور اقصائے عالم میں گونج گئی کہ "اَلنِّسَآءُ شَقَآئِقُ الرِّجَالِ" عورتیں مردوں ہی کا ایک جزو اور حصہ ہیں یا عورتیں مردوں کے لئے گل و ریحان ہیں۔ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ اے مردو! دیکھنا۔ عورتوں کے معاملات میں خوفِ الٰہی سے کام کرنا"۔ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔

خواتین سے خطاب

اے میری پیاری بہنو! ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آپ کو زمین کی پستیوں سے نکال کر آسمان کی بلندیوں پر لا کھڑا کیا۔ جاہلیت کی بیڑیوں اور بندھنوں، جاہلی عبادات و روایات، سوسائٹی کے ظلم، مردوں کی زوردستی اور زیادتی سے آپ کو نجات دلائی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کا رواج ختم کیا۔ ماؤں کی نافرمانی پر نہ صرف وعید سنائی بلکہ فرمایا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عزیز بہنو! دورِ جاہلیت کے نمرودوں نے آپ کو ذلیل اور حقیر ترین مخلوق قرار دے رکھا تھا۔ لیکن مکّہ کے دُرِّ یتیم نے آپ کو مردوں کے برابر لا کھڑا کیا۔ وراثت میں شریک کیا اور ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے آپ کو حصہ دلایا۔

عزیز بہنو! اُس ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یوم عرفہ کا مشہور تاریخی خطبہ دیا تو اس وقت بھی آپ کو فراموش نہیں کیا۔ اور امت سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"اے میرے جاں نثارو اور مجھ پر جان چھڑکنے والو! عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ اس لئے کہ تم نے ان کو اللہ کے نام کے واسطہ سے حاصل کیا ہے"۔

اس کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر سیّدِ دو عالم جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک ادائے حقوق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی ہے۔

اعتدال کی راہ یا صراطِ مستقیم

اے میری عزیز بہنو! میرے مدنی آقاؐ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مسئلہِ حیاۃ النبیؐ

سے متعلق

چار سالہ نزاع کا خاتمہ

فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفٰی۔ اما بعد۔ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدۂ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیاۃ کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اُنہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب و سنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں سے اُن پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکہ دے کر اُن کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین پر اس دھوکہ دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں از خود ایک مفصّل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا جس میں حیاۃ انبیاءؑ کا سوال بھی شامل تھا۔ تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدّث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصّل جوابی فتویٰ بنام المھنّد علی المفنّد مرتب فرما کر علماء حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیاۃ النبی حیاۃ انبیاء کرام کے بارے میں بھی علماء دیوبند کا نقطۂ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیاۃ حیاۃ دنیوی ہے نیز اسی ذیل میں اس نقطۂ نظر کو مزید واضح اور مضبوط تر کرنے کے لئے انہوں نے بانیٔ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے رسالہ آبحیات کا بھی حوالہ دیا جو اسی موضوع پر ایک مستقل اور پُر از حقائق و معارف کتاب ہے جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ (حیاۃ انبیاء) انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے جو حوادث کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آگیا ہو۔ پھر اس مسئلہ اور اس کے بارے میں حضرت نانوتوی کے رسالہ کے حوالہ کی تائید میں اس وقت کے تمام اکابر علماء دیوبند کے توثیقی دستخط بھی اس میں ثبت کرائے جس سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ مسئلہ حیاۃ انبیاء کے بارے میں یہ مذکورہ عقیدہ صرف ان کے سلف ہی کا نہیں بلکہ خلف بھی اس کے اُسی طرح قائل ہیں جس طرح سلف قائل تھے۔ اور اس طرح یہ مسئلہ (اثبات حیاۃ انبیاء) بطرز مذکور سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلّمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماءٔ دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد منحرف نہیں ہے۔ بخت و اتفاق سے وقت کے بعض فضلاء دیوبند نے اس مسئلہ کی تفصیلات میں کچھ اختلاف فرمایا جس کا ظہور تین چار سال سے ہوا۔ نفس اختلاف رائے مضر نہ ہوتا لیکن سوئے اتفاق سے یہ اختلاف اسٹیج پر آگیا۔ اور اس میں ردّ و قدح کی صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ عوام کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور آخر کار اس مسئلہ کی بحث علماء سے گذر کر عوام میں ان کے رنگ سے پھیل گئی جس سے قدرتاً اس اختلاف نے نزاع و جدال کی باہمی صورت اختیار کر لی۔ گروپ بندی شروع ہو گئی اور یہ بحث آخر کار ایک جماعتی فتنہ کی صورت میں آگئی جس سے مسئلہ تو ایک طرف رہ گیا اور فساد آگے آ گیا۔ اور خود جماعت دیوبند میں تفریق تفرق اور تخریب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے، اخباری بحثیں چھڑ گئیں جس سے جماعت کی اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر اور اخبارات و رسائل سے ان مناقشات کی خبریں معلوم کر کے دل زخمی ہوتا رہا۔ اور جوں جوں یہ فتنہ بڑھتا گیا دوں دوں دل کا غم بھی ترقی کرتا گیا۔ دلی آرزو تھی کہ کسی طرح فتنۂ نزاع و جدال کی یہ صورت ختم ہو جائے۔ حسن اتفاق سے ۲۶ر اپریل ۱۹۶۲ء کو احقر کو پاکستان حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور اسی ماہ میں بزمانۂ قیام لاہور جناب محترم مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور محترم مولانا سیّد عنایت اللہ شاہ بخاری احقر سے ملاقات کے لئے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ دوران ملاقات احقر نے اس نزاع و جدال کا شکوہ کرتے ہوئے اس صورت حال کے مضر اثرات کی طرف توجّہ دلائی اور عرض کیا کہ یہ صورت بہر نہج ختم ہونی چاہئے جبکہ یہ مسئلہ کوئی اساسی مسئلہ نہیں ہے کہ اُسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے اسٹیج پر لایا جائے۔ اور اس کی وجہ سے تفریق تفرق و تخریب کے اُن مضر اثرات کو نظر انداز کیا جاتا رہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسئلہ یا تو اسٹیج پر آئے ہی نہیں اور اگر اتفاقاً آ جائے تو اس کا عنوان نزاعی نہ رہے۔ اس پر ان دونوں بزرگوں نے نہایت مخلصانہ اور درد انگیز لہجہ میں کہا کہ ہم خود بھی اس صورت حال سے دلگرفتہ ہیں اور دل تنگی محسوس کرتے ہیں۔ کاش آپ احقر ہی درمیان میں پڑ کر اس نزاع کو ختم کرا دیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے سوا یہ قصہ کسی دوسرے کے بس کا ہے بھی نہیں۔ اس بارہ میں آپ کی اب تک کی تحریرات نہایت معقول انداز سے سامنے آئی ہیں۔ جن کو دونوں فریق نے احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اب بھی اس بارے میں آپ کی مساعی احترام و قبول کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ احقر کو ان مخلصانہ جملوں سے نزاع کے ختم ہونے کی کافی توقع پیدا ہو گئی اور ارادہ کر لیا گیا۔ کہ فریقین کے ذمہ دار حضرات سے مل کر کوئی مفاہمت کی صورت پیدا کی جائے چنانچہ جواب میں یہی عرض کیا گیا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب دام مجدہٗ شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان سے مل کر میں اس سلسلے میں کوئی رائے قائم کروں گا۔ کراچی پہنچ کر احقر نے اس سلسلے

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

جناب میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین۔

آفاتِ لسان

زبان گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو حق تعالےٰ نے انسان کے منہ میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنا ما فی الضمیر دوسروں پر ظاہر کر سکے اور اندرونی اسرار ان کے گوش گذار کر سکے۔ بظاہر تو یہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سارے جسم پر اس کا تصرف اور قبضہ ہے۔ جو کچھ انسان کے عقل و وہم اور خیال میں آتا ہے زبان اس کی ترجمان ہے۔ انسان کے کسی دوسرے عضو میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔ کان سنتے ہیں، آنکھ دیکھتی ہے، اس کے سوا یہ کچھ نہیں کر سکتے لیکن زبان ان اعضاء اور دلی جذبات و خیالات کی ترجمان ہے اور ساری صورتیں دل سے لے کر دوسروں کے سامنے بیان کر دیتی ہے۔ غم کے بادل جب دل پر چھا جاتے ہیں، خوف و ہراس کی لہریں دل میں قیامت خیزی کرتی ہیں، غم کے مارے وہ بیٹھا جاتا ہے اور دنیا انسان کی نظروں میں تاریک ہو جاتی ہے تو زبان تضرّع اور زاری کرتی ہے نوحہ و درد کے الفاظ نکالتی ہے۔ اور ان الفاظ میں دل کی مصیبت کا پورا نقشہ کھینچتی ہے اور جب دل میں بشاشت و نشاط اور خوشی کے آثار پیدا ہوتے ہیں تو راحت و خوشی کے الفاظ سے حرکت میں آ جاتی ہے — قوتِ گویائی بندہ پر خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہے اور انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ گویائی خدا کی طرف سے بندہ پر بظاہر ایک بڑی نعمت ہے لیکن ساتھ ہی آفات بھی اپنے اندر رکھتی ہے۔ زبان کے شر اور آفات سے بچنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

انسان کے اقوال و افعال کی اقسام

انسان دنیا میں جو کام بھی کرتا ہے یا جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں:۔

۱۔ **مفید**۔ جس میں دین یا دنیا کا کوئی فائدہ ہو۔

۲۔ **مضر**۔ جس میں دین یا دنیا کا کوئی نقصان ہو۔

۳۔ **نہ مفید نہ مضر**۔ جس میں نہ کسی قسم کا نفع ہو نہ نقصان۔ لایعنی کلام۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ قسم بھی مضر میں شامل ہے۔ بے فائدہ اور لایعنی کلام کو چھوڑ دینا بھی نجات آخرت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ جو وقت لایعنی کلام میں صرف کیا جاتا ہے اگر اس کو اللہ کی یاد میں صرف کیا جائے تو قرب الٰہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

۴۔ **جو مضر بھی ہے اور مفید بھی ہے**
یعنی جس میں نقصان بھی ہے اور نفع بھی ہے

ان چاروں اقسام میں سے قسم اوّل ہی سب سے افضل اور قابل عمل ہے۔ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ لوگوں کو نیکی کی رغبت دلانا اور برائی سے منع کرنا اور اگر جھگڑا ہو جائے تو لوگوں میں صلح کرا دینا زبان کے بہترین فرائض اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

آفاتِ لسان کی حقیقت

دنیا میں روزمرہ کے تجربات شاہد ہیں کہ آفاتِ لسان بے شمار ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ اَلْاِنْسَانُ جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْرٌ وَ کَثِیْرٌ۔ زبان کا جسم تو بہت چھوٹا ہے لیکن اس کا جرم بہت بڑا ہے۔

اکثر آفات جو انسان کی روزمرہ کی زندگی میں پیش آتی رہتی ہیں یہ ہیں:۔

۱۔ لایعنی کلام — ایسی کلام کرنا جس سے نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا۔ ایسی کلام کو چھوڑ دینا حسن اسلام میں سے ہے۔ مثلاً لغو قصے اور کہانیاں بیان کرنا۔ ان کے بیان نہ کرنے کی صورت میں کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

۲۔ غیبت — غیبت کا مذموم ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اس کا وبال بہت بڑا ہے اور شاید ہی کوئی بشر اس سے خالی ہو۔ حق تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ جو کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ اور رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔ زنا سے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے وہ بات کہی جائے کہ اگر منہ پر کہی جائے تو سننے والے کو ناگوار گذرے اگرچہ کہنے والا سچ ہی کیوں نہ کہہ رہا ہو۔ اگر جھوٹ کہے گا تو پھر یہ بہتان اور تہمت ہوگی۔ غیبت صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے۔ اور اکثر حبِ جاہ سے پیدا ہوتی ہے۔ غیبت نیکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۳۔ کذب — خلافِ واقعہ بات کہہ دینی کذب ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات سے کنارہ کش رہنے اور ہمیشہ سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ جھوٹ دل کو تاریک کر دیتا ہے۔ بے تحقیق کسی بات کا نقل کر دینا اور سنی سنائی بات بغیر تحقیق کسی کے سامنے کر دینا بھی گناہ ہے۔

۴۔ فحش کلامی — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت اس شخص پر حرام ہے جو فحش بکتا ہے۔ اور دوزخ میں ان لوگوں کی بھرتی ہوگی جن کے منہ سے ناپاک بات نکلتی ہے۔ گالی دینا کسی کافر یا جانور کے حق میں بھی منع ہے۔

۵۔ لعنت کرنا — لعنت کے معنی ہیں۔ بُعد عَنِ الرحمت۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دوری یا اللہ تعالےٰ کے قہر و غضب میں مبتلا ہونا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص پر

لعنت کی جاتی ہے اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں ہے تو یہ لعنت کہنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کر دینے کے برابر ہے۔ لعنت کرنا جیسے مسلمان پر جائز نہیں۔ اسی طرح کسی کافر یا جانور پر بھی جائز نہیں ہے۔ اس سے بچنا چاہئیے۔

۵۔ تمسخر اس سے بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ تمسخر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی تحقیر ہو اور اس کے عیوب کا اظہار اس طرح کیا جائے جس کو سن کر لوگ ہنسیں۔ مثلاً کسی کے بولنے، چلنے اور ہنسنے کی نقل اتارنا یا ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے کسی کے عیب کا ظاہر کرنا یا کسی کے قول و فعل پر ہنسنا۔ ان سب باتوں سے پرہیز کرنا چاہئیے۔

۶۔ چغلخوری کسی کا کوئی عیب یا فعل و قول جس کو وہ چھپانا چاہتا ہے دوسروں پر ظاہر کرنا چغلخوری ہے اور بدترین انسان وہ ہے جو ایک کی چغلی دوسرے کے سامنے کرتا ہے تاکہ ان میں رنجش پیدا ہو۔ اور وہ فساد پر آمادہ ہو جائیں۔ چغلی عذاب قبر ہے۔

۷۔ مدح سرائی لوگوں کی تعریف کرنا اور اس تعریف میں مبالغہ کرنا۔ کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنا اس کی گردن کاٹ دینے اور ہلاک کر دینے کے برابر ہے۔ جب کسی کی تعریف کی جائے تو وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا ہے۔ اور اعمال خیر میں سست پڑ جاتا ہے۔ ممدوح مغرور ہو جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو قابل تعریف خیال کرنے لگتا ہے۔ اور یہ اس کی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ کسی کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرنی چاہئیے۔ اور ممدوح کو بھی غرور اور عُجب سے پرہیز کرنا چاہئیے۔

حفظِ لسان

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ جو کچھ انسان بولتا ہے اس کے نام لکھا جاتا ہے۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نگہبان لکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس لئے بات سوچ سمجھ کر کرنی چاہئیے۔ جو لکھا جاتا ہے پھر وہ مٹایا نہیں جا سکتا۔ غیرضروری باتوں سے بچنا چاہئیے۔ تکلم سے پہلے وہ تمہاری ملک ہیں۔ تکلم کے بعد وہ غیر کی ملک ہو جائیں گی۔ تمہیں ذلیل اور رسوا کرنے کا باعث ہوں گی یا لوگوں کے دلوں سے تمہاری عزت گرا دیں گی۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ زبان سانپ ہے اور اس کا گھر انسان کا منہ ہے انسان کو چاہئیے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے کہیں اس کو ڈس نہ جائے۔ زبان پر نگاہ رکھنی چاہئیے اس کی کسی بھی جنبش کو آسان نہیں خیال کرنا چاہئیے۔ ایک بات جو انسان کی زبان سے نکلتی ہے اس کے لئے بلندئ درجات کا سبب بھی بن جاتی ہے اور اسی زبان سے نکلی ہوئی دوسری بات اس کی ذلت اور رسوائی کا باعث بھی ہو جاتی ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قید میں رکھنے کے لئے زبان سے زیادہ اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔ زبان کا زخم تلوار اور نیزے کے زخم سے زیادہ گہرا ہوتا ہے تلوار اور نیزے کا زخم مرہم لگانے سے بہت جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن زبان کے زخم کو دنیا کی کوئی مرہم ٹھیک نہیں کر سکتی۔ تلوار کا زخم جسم پر لگتا ہے اور زبان کا زخم دل پر۔ اس لئے زبان کی حفاظت بہرحال لازم ہے۔

کم گوئی کے فوائد

آفاتِ زبان سے بچنے کے لئے خاموشی سے بڑھ کر کوئی بہتر تدبیر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَنْ صَمَتَ نَجَا جو خاموش رہا نجات پا گیا۔ انسان کی نجات اسی میں ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھے، بغیر ضرورت بات نہ کرے اور اپنے گناہوں پر روتا رہے زیادہ باتیں کرنا سبکئ دماغ کی علامت ہے۔ کم گوئی سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اس کی بہت سی خطائیں زبان سے ہی سرزد ہوتی ہیں زبان کے مقابلہ میں دوسرے اعضا کے گناہ بہت کم ہوتے ہیں۔ جسم کے سارے اعضا زبان کی سرکشی سے پناہ مانگتے ہیں انسان کو چاہئیے کہ سوائے نیک بات کے اور کچھ نہ کہے ورنہ خاموش رہے۔ خاموشی انسان کو بہت سی آفتوں سے بچا لیتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اس شخص سے بڑھ کر کون احسن القول ہو سکتا ہے جو اعمال صالح کرتا ہے اور اللہ کے رستہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔

بہ طبع ہیچ مضمون بہ زلیب بستن نمی آید
خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید

آفاتِ لسان سے بچنے کا طریقہ

انسان کو ہر وقت خیال رکھنا چاہئیے کہ حق تعالیٰ سمیع اور بصیر ہے اس کی ہر حالت کو دیکھتا اور اس کی ہر بات کو سنتا ہے۔ اس لئے سوچ سمجھ کر بات کرنا اور اپنی زبان کی ہر ممکن طریقہ سے حفاظت کرنا چاہئیے تاکہ زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اکثر اوقات زبان کو ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رکھیں۔ انسان کو ہر وقت یہ مدِّنظر رکھنا چاہئیے کہ جس نے اندرونی اسرار ظاہر کرنے کے لئے زبان دی ہے وہ اس کے اسرار کو بھی بخوبی جانتا ہے جس زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دی جاتی اور درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کو جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی سے رکھنا مسلمان کا فرض ہے

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

(میری نظر میں)

جناب چوہدری عبدالرحمٰن صاحب - ایم، اے - ایل، ایل، بی

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۲ء)

(قسط ۲)

قاعدہ کلیہ

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ انعام واکرام کی بارش ہر شخص کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ مرزا غالب نے اپنے رنگ میں اس کو یوں بیان کیا ہے۔ ع

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

ڈاکٹر اقبالؒ نے جواب شکوہ میں اس کو دوسرے انداز میں پیش کیا ہے ؎

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

امراء اور بادشاہوں کے ہاں بھی یہی قاعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی دستور ہے۔ فرماتے ہیں :۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط

(سورہ الانعام ع ۱۵۔ پ ۸)

ترجمہ:۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے۔

اس قاعدہ کے تحت حضرت شیخ التفسیر پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات بلاوجہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل وکرم سے ان کے اندر کچھ خوبیاں ودیعت فرمائیں اور پھر انعام واکرام سے نوازا۔

آج کی صحبت میں ہم حضرتؒ کی ان چند خوبیوں کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریباً نصف صدی تک خدمت دین کا موقعہ عطا فرمایا۔

اخلاق حمیدہ

انسان اپنے اخلاق حمیدہ ہی سے اشرف المخلوقات کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کا حقدار بنتا ہے۔ اخلاق سے عاری انسان حیوانات سے بدتر ہوتا ہے تمام انبیاء علیہم السلام بلند ترین اخلاق کا نمونہ بن کر دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

(سورہ القلم پ ۲۹۔ ع ۱)

ترجمہ:۔ بیشک آپ بڑے ہی خوش خلق ہیں۔

اولیاء کرام چونکہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے ہیں اس لئے ان کو بھی اللہ تعالیٰ اخلاق حمیدہ سے آراستہ کر کے دنیا میں بھیجتے ہیں۔ وہ اپنے اخلاق حمیدہ سے ہی عوام کے محبوب بن کر ان کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں حضرتؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بلند و پاکیزہ اخلاق عطا فرمائے تھے۔ آپ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ اس لئے اپنے پرائے سب آپ کے گرویدہ و مداح تھے جو آپ کو وہابی کہتے تھے آپ ان کے لئے بھی ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے ۔۔۔ یہ اللہ والوں ہی کی شان ہے کہ جو اُن کو گالیاں دیتے ہیں ان کے حق میں بھی وہ دعائیں کرتے ہیں ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

ترجمہ:۔ برائی کا جواب برائی سے دینا تو آسان ہے۔ اگر تو مرد ہے تو اس سے نیکی کر جو برائی کرے۔

حضرتؒ کے اخلاق حمیدہ کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی وفات پر لاکھوں آنکھیں اشکبار نظر آتی تھیں۔

نرم مزاجی

حضرتؒ کی طبیعت میں نرمی تھی۔ تشدد نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر شخص آپ کے سامنے بلا تکلف اپنی معروضات پیش کر سکتا تھا۔ اور آپ ہر ایک کو اس کے مناسب حال جواب عنایت فرماتے تھے۔ جمعہ، درس اور مجلس ذکر میں ہزارہا لوگ آپ کی نرم مزاجی کی وجہ سے آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ آخری عمر میں پیرانہ سالی اور ضعف کے باعث عموماً انسان کے مزاج میں چڑچڑا پن اور تلخی آ جاتی ہے۔ لیکن زندگی کے آخری لمحات میں بھی حضرتؒ کے مزاج میں تلخی کا نام و نشان نہ تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

زبان میں تاثیر

آپ کی زبان میں بے حد تاثیر تھی۔ آپ کی تقریر کانوں سے گذر کر دل پر پڑتی اور اثر کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے ایک بار جمعہ، درس یا مجلس ذکر میں آپ کی تقریر بگوش ہوش سے سن لی وہ تا دم زیست آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنے لئے سعادت کا ذریعہ سمجھتا رہا۔ آپ چونکہ خود صاحب عمل تھے اس لئے آپ کی صحبت میں آنے والوں پر دین کا رنگ چڑھ جاتا تھا۔ سچ ہے کہ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

قطعۂ تاریخ

وفاتِ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

(قاضی امین الرحمٰن صدیقی)

یا غفور یا جلیل
۱۳۸۱ھ

زہے احمد علی آں جانِ عرفاں　　کہ بر ہر لوحِ دل نامش رقم شد
چو زیں محفل بہ جنت مسند آرا　　بحکمِ خالقِ لوح و قلم شد
پئے سالِ وصالش گفت ہاتف　　کہ "نورِ محفلِ باغِ ارم شد"
۱۹۶۲

اصولِ تبلیغ

تبلیغِ دین کے جو اصول قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں۔ حضرتؒ نے ان پر پوری طرح عمل فرمایا۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ۔ کے زرّیں اصول کو آپ نے ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے اگرچہ انگریز آپ کو ہتھکڑی لگا کر دہلی سے لاہور لایا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلصین کی ایک بہت بڑی جماعت عطا فرما دی آپ فرمایا کرتے تھے کہ انگریز تو شاید یہ سمجھتا تھا کہ یہ بے یار و مددگار لاہور کے گلی کوچوں میں کس مپرسی کی حالت میں مرجائے گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میری نظربندی خدمتِ دین کا ذریعہ بن جائے گی۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جمعۃ الوداع کے روز پچیس تیس ہزار کے قریب جو مجمع ہوتا ہے یہ سب میں نے ادھر (فریقِ مخالف) سے شکار کیا ہوا ہے۔

اخلاص واستقامت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص واستقامت کی نعمتوں سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ اخلاص کے معنی ہیں ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا۔ اس میں غیر اللہ کی نفی بھی ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہر کام ریا سے خالی ہو۔ استقامت کے معنی ہیں کہ دین کا جو کام بھی شروع کیا جائے اس کو تا دمِ زیست نبھانے کی کوشش کرنا۔ اللہ والوں کا مقولہ ہے کہ اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَۃَ وَلَا تَطْلُبُوا الْکَرَامَۃَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَۃَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ (ترجمہ:۔ استقامت مانگو۔ کرامت نہ مانگو کیونکہ استقامت، کرامت سے بالاتر ہے)

لاہور میں خدمتِ دین کے سلسلہ میں حضرتؒ نے اخلاص و استقامت کی جو بلند پایہ مثال قائم فرما دی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ آپ کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر انجمن خدام الدین کے خزانہ سے کبھی ایک پائی نہ خود لی اور نہ اپنے کسی عزیز کو دی۔ حالانکہ ساری زندگی اس کی خدمت میں صرف فرما دی۔ مترجم قرآن مجید، ۳۲ رسائل کا سیٹ، خلاصۃ المشکوٰۃ پانچ چھوٹی سورتوں کی تفاسیر وغیرہ اپنی ساری تصانیف انجمن کے لئے وقف فرما دیں۔ آپ کی استقامت کا یہ حال تھا۔ کہ صبح کا درس اس التزام سے نبھایا۔ کہ حتی الوسع کبھی ناغہ نہیں فرمایا۔ سفر یا شدّتِ مرض کے علاوہ کبھی درس کا ناغہ نہیں فرمایا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ دونوں صاحبزادوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بھی درس کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ آخر عمر میں تانگہ یا کسی دوست کی کار پر بھی تشریف لاتے رہے۔ اس کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر حتی المقدور ناغہ نہیں کیا۔ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! نہ کوئی نماز قضا ہو اور نہ درس صبح کا درس دے کر سکرات کا عالم طاری ہو اور ظہر سے پہلے پہلے میانی صاحب پہنچ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں۔ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ اس نے اگرچہ آپ کی دعا کو بعینہٖ قبول نہیں فرمایا لیکن آپ کا جو مقصد تھا وہ اس نے پورا فرما دیا۔ جمعرات کو باقاعدہ درس دیا۔ رات کو نماز تراویح پڑھ کر گھر تشریف لے گئے جمعہ کو درس کا ناغہ ہوتا ہے۔ جمعہ کی رات کو اور ہفتہ کے درس سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔ مغرب کی نماز کے قریب آپ کو سپردِ خاک کیا گیا نہ نماز قضا ہوتی اور نہ درس۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص اور استقامت دو ایسے پر ہیں کہ جس شخص کو یہ لگ جاتے ہیں وہ آسمان پر اُڑ جاتا ہے۔

استغنا

آپ کو اللہ تعالیٰ نے استغنا کی نعمت بھی عطا فرمائی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ہمیشہ امراء اور حکام سے دُور ہی رہے اکثر امراء اور حکام اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح آپ سے پڑھوانا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن آپ نے نہ ان سے کبھی نذرانہ قبول فرمایا اور نہ کبھی ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ نکاح پڑھا اور گھر تشریف لے آئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیادار کی گردنِ غرور کو توڑنے کے لئے میں نے استغنا سے زیادہ تیز دھار والا کوئی آلہ نہیں دیکھا۔ دولت دنیادار کی محبوبہ ہے۔ وہ جب اسے اللہ والوں کے حضور میں پیش کرتا ہے اور وہ اسے ٹھکرا دیتے ہیں تو دنیادار کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ حیران رہ جاتا ہے کہ یہ عجیب قسم کے انسان ہیں۔ دنیادار جس دولت کے حصول کے لئے دربدر خاک بسر پھرتا ہے یہ اللہ والوں کو بلا مشقت ملتی ہے۔ اور وہ اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر دنیادار اس قسم کے اللہ والوں کے بے دام غلام بن جاتے ہیں۔ عربی میں کسی نے کہا ہے۔

نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ، بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ۔

ترجمہ:۔ بہتر ہے وہ امیر جو کسی فقیر (اللہ والے) کے دروازہ پر جائے۔ بُرا ہے وہ فقیر جو کسی امیر کے دروازہ پر جائے۔ حضرتؒ اکثر یہ مقولہ دہرایا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام عمر اس پر کاربند رہے۔

توحید

حضرتؒ توحید کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ نصف صدی کے قریب اپنی ساری خداداد قوتیں توحید پھیلانے میں صرف فرما دیں اور بدعات کی دلدل میں پھنسے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو توحید کا دلدادہ بنا دیا۔ لاہور میں خالص توحید پر وعظ کرنا بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ لاہوری توحید کا درس دینے والوں کے راستہ میں لیٹ کر درس بند کرا دینے کے عادی تھے۔ حضرتؒ کا درس بند کرانے کی بھی کوشش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ یہ چراغ جلتا رہے اور اپنی روشنی سے عالمِ اسلام کو منور کرے۔ اس لئے مخالفین کی تمام کوششیں ناکام رہیں ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد
ہر آں کس تف کند ریشش بسوزد

ترجمہ:۔ جس چراغ کو اللہ تعالیٰ جلاتے ہوں جو شخص بھی اس کو بجھانے کے لئے پھونک مارے گا وہ اپنی داڑھی جلائے گا۔

ایک بار تو حضرتؒ نے مخالفین سے فرما دیا کہ میں قرآن ہاتھ میں لے کر مسجد کے دروازہ کے پاس کھڑا ہو جاتا ہوں تم مجھے دھکے دے کر باہر نکال دو میں چلا جاؤں گا۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔

جناب قاری فیوض الرحمٰن صاحب منیجر مکتبہ حویلیاں ہزارہ

دُعا اور اس کی حقیقت

دعا کا مطلب ہے اپنے آقا کو پکارنا اور اس سے اپنی مرادیں مانگنا اور سوال کرنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا بہت پسند ہے کہ وہ بار بار اپنی دلی خواہشات اور تمناؤں کو اس کے سامنے پیش کریں اور نہایت ہی خشوع و خضوع اور عاجزی سے اپنی مرادیں مانگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ پاک گڑگڑا کر مانگنے والوں کو بہت پسند کرتے ہیں"۔

جب یہ بات مسلّم ہے کہ دنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے۔ اور سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ تو ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دعا کرنا فطری بات ہے۔ اس لئے ہر مذہب کے پیروکار اپنی ضرورتوں میں اللہ سے دعا کرتے ہیں لیکن مذہب اسلام نے اس کی خاص طور سے تعلیم اور تاکید فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ الآیہ (پ ۲۴)

ترجمہ:۔ اور فرمایا تیرے پروردگار نے کہ مجھ سے دعا کرو۔ میں قبول کرونگا

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ۔ الآیہ (پ ۱۹)

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کیا پروا تمہاری میرے رب کو، نہ ہوں تمہاری دعائیں۔

پھر دعا کے ساتھ یہ بھی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے وہ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ الآیہ۔

ترجمہ:۔ اور اے رسولؐ! جب تم سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (انہیں بتاؤ) کہ میں ان سے قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں"۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور دعا کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ:۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے "دُعا عبادت کا مغز ہے"۔ (ترمذی شریف۔ کتاب الدعوات)

اور ایک دوسری روایت میں ہے

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔

ترجمہ:۔ "دعا عبادت ہے"۔

تیسری حدیث میں فرمایا "اللہ کے یہاں دعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں"۔ جو لوگ عبادت کرنے کے بعد عبادت کی قبولیت کی دعا نہیں کرتے، گویا کہ وہ اپنی عبادت پر ناز کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عبادت کے بعد دُعا مانگتے ہیں گویا وہ اللہ پاک پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اے اللہ! عبادت کا فریضہ ادا کرنے کے بعد بھی ہم تیرے کرم کے محتاج ہیں۔ جیسا اس عبادت کے کرنے کا حق تھا وُہ ادا نہ کر سکے اس میں کوتاہیاں ہوئیں اور جس کی وجہ سے ہماری عبادت ناقص ہوئی محض اپنے فضل سے اسے کامل بنائیے۔

اور اس کے برعکس جو شخص اپنی ضروریات اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:۔

"اللہ تعالیٰ اس بندہ پر ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں اور ضرورتیں اس سے نہیں مانگتا"۔

سبحان اللہ! دنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست یا اپنے کسی قریبی عزیز سے بھی بار بار سوال کرے تو وہ اس سے تنگ آکر خفا ہو جاتا ہے۔ لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر اتنے مہربان ہیں کہ وہ نہ مانگنے والوں پر خفا اور ناراض ہوتے ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:۔

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ
وَبُنَيُّ آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

بہرحال کسی ضرورت اور مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا جس طرح اُس کو حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے اسی طرح وہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت بھی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ بہت راضی اور خوش ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ یہ شان ہر دُعا کی ہے۔ خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لئے کی جائے یا کسی دنیاوی ضرورت کے لئے، مگر شرط یہ ہے۔ کہ کسی برے اور ناجائز کام کے لئے نہ ہو۔ ناجائز کام کے لئے دعا کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ دعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی رحمت و قدرت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی اُسی قدر اُس کے مقبول ہونے کی زیادہ امید ہوگی۔ جو دُعا دل سے نہ کی جائے بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کی جائے وہ دراصل دعا ہی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ وہ دعا قبول نہیں کرتا جو دل کی غفلت کے ساتھ کی جائے"۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کی دعا سنتے ہیں۔ لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص وقتوں میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ مثلاً فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں یا روزہ کے افطار کے وقت، یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد، یا سفر کی حالت میں، خصوصاً جب کہ سفر دین کے لئے اور محض اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دعا کے قبول ہونے کے لئے آدمی کا ولی ہونا یا متقی ہونا شرط نہیں ہے اگرچہ اس میں شک کی گنجائش نہیں۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

محمد مقبول عالم بی۔ اے۔ لاہور

پہلا خون

زمین سیدنا آدمؑ اور حوّا کی آمد سے ابھی نئی نئی آباد ہوئی تھی۔ اس کی پیدائش پر بھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔ قدرت کی ہر شے نئی تھی۔ پہاڑ، میدان، دریا، سمندر، سب نئے رنگ اور اصل روپ میں جلوہ گر تھے۔ انسان کے دستِ تصرف نے اس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں کیا تھا۔ درخت، پودے، چرند، پرند سب اپنی اوّلیں شکل و صورت میں زمین کی آبادی اور اس کی رونق کا سر و سامان تھے۔ زمین کے اوپر آسمان اور اس کی فضائیں، برستے بادل اور ہوائیں، قوس قزح اور اس کے خوشنما رنگ، سورج، چاند ستارے اور ان کے گوناگوں انوار دنیائے نو ایجاد کی زینت کو چار چاند لگا رہے تھے۔

ابھی تک زمین بنی آدم کے فسادات سے پاک تھی۔ کسی بیگناہ کے خون سے ناپاک نہیں ہوئی تھی حرص و ہوا، مکاری و عیاری، بیوفائی و غدّاری سے ناآشنا تھی۔ حسد و کبر، بغض و کینہ، نفرت و حقارت، خودغرضی و بےحیائی، جاہ طلبی و زر پرستی کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں ہوئی تھی۔

وہ سماں کیسا دلفریب تھا، وہ وقت کیسا خوشگوار تھا، اور وہ زمانہ کیسا مبارک تھا۔

سیدنا آدمؑ اور حوّا کے ہاں دو بیٹے ہوئے۔ قابیل یا قائن اور ہابیل۔

یہ دونوں سگے بھائی پہلے بنی آدم جو زمین پر پیدا ہوئے۔ اس پر پرورش پائی اور بڑے ہوئے۔ قابیل نے زمین کو جوتا اور غلّہ پیدا کیا ہابیل نے جانور پالے اور گلّے بنائے ہابیل نیک نیّت اور پرہیزگار تھا۔ قابیل بدنیّت اور حاسد، چنانچہ ان کے درمیان حسد اور عداوت کا بیج پھوٹا اور اس نے فساد اور خونریزی کا ایسا شجرۂ خبیثہ پیدا کیا۔ جس کی شاخیں آخرکار سارے عالم میں پھیل گئیں اور ہمیشہ پھیلتی رہیں گی۔ شر کے فرزند اس کی آبیاری کرتے رہیں گے لیکن خیر کے فرزند اس کو کاٹتے رہیں گے۔

اب سیدنا آدمؑ کے ان دونوں بیٹوں کا حال سنیں۔ اللہ تعالٰے کا سچا کلام خبر دیتا ہے۔ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (۵ : ۲۷)

ترجمہ:۔ جب ان دونوں (بھائیوں نے کوئی قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔

بائبل کا بیان ہے:۔

"قائن اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا۔ اور ہابیل بھی اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچّوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا۔ اور خداوند نے ہابیل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا۔ پر قائن کو اور اس کے ہدیہ کو منظور نہ کیا۔

(پیدائش ۴ : ۳ - ۵)

تب حسد کی آگ بھڑکی اور اس نے اخوّت و محبت کے پاکیزہ جذبات کو جلا کر راکھ کر دیا۔ عداوت اپنی خوفناکی کے ساتھ ظاہر ہوئی اور دنیا اس کا کارنامہ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ کس قدر سفاکانہ وہ الفاظ تھے جو دنیا کی فضاؤں نے پہلی بار قابیل کے منہ سے سُنے۔ قرآن حکیم کا بیان ہے:۔

قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ (۵ : ۲۷)

ترجمہ:۔ اس نے کہا۔ مَیں ضرور تجھے قتل کر دونگا۔

اور بائیبل کہتی ہے:۔

"اس لئے قائن نہایت غضبناک ہُوا۔ اور اس کا منہ بگڑا۔ اور خداوند نے قائن سے کہا۔ تُو کیوں غضبناک ہُوا؟ اور تیرا منہ کیوں بگڑا ہے۔ اگر تو بھلا کرے تو کیا تُو مقبول نہ ہوگا؟ اور اگر تُو بھلا نہ کرے تو گناہ دروازہ پر دبکا بیٹھا ہے۔ اور تیرا مشتاق ہے۔ پر تو اس پر غالب آ۔"

(پیدائش ۴ : ۵ - ۷)

صبر و ثبات کے پُتلے ہابیل نے اپنے سگے بھائی قابیل کی غضب ناکی دیکھی مگر خوف زدہ نہ ہُوا۔ اُس نے گناہ کے مقابلے میں بھلائی کو پسند کیا اور ناصحانہ انداز میں بولا:۔

قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (۵ : ۲۷)

ترجمہ:۔ اللہ صرف پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔

پھر ہابیل نے اپنے تقویٰ اور اخلاص کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے مکروہ ارادے کا جواب دیا۔

لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ○ (۵ : ۲۸ - ۲۹)

ترجمہ:۔ اگر تو میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کر دوں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تو میرے (خلاف) گناہ اور اپنے گناہ کی سزا پائے اور یوں دوزخ والوں میں سے ہو

(باقی صہ ۱۶ پر)

محمد شفیع عمر الدین (سانگھڑ)

قرآن مجید بڑی شان والا ہے

۱۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ
(البروج آیت ۲۱)
ترجمہ۔ بلکہ وہ قرآن ہے بڑی شان والا۔

۲ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ (واقعہ آیت ۷۷)
ترجمہ۔ بے شک یہ قرآن بڑی شان والا ہے

اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا

۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝ (الکہف آیت ۱)
ترجمہ۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں۔

۲ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ (النمل آیت ۶)
ترجمہ۔ اور تجھے بڑے حکمت والے علم والے کی طرف سے قرآن دیا جارہا ہے

قرآن سارے جہان والوں کی رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
(ص آیت ۸۷)
ترجمہ۔ یہ قرآن تو تمام جہان کے لئے نصیحت ہے۔

قرآن سب انسانوں کیلئے نصیحت دلوں کی بیماری کے لئے شفا

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ بتانے والا اور اس پر ایمان لاکر عمل کرنے والوں کیلئے رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝
(یونس۔ آیت ۵۷)
ترجمہ۔ اے لوگو تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے۔ اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

قرآن پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
(الحاقۃ آیت ۴۸)
ترجمہ۔ اور بے شک وہ تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے
قرآن کو جھٹلانے والے قیامت کے دن گھاٹے میں رہیں گے۔
وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝
(الحاقۃ آیت ۴۹-۵۰)
ترجمہ۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں۔ کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ کفار کیلئے باعث حسرت ہے۔

قرآن کے احکام پر چل کر اپنے پروردگار کو راضی کرلو۔ اب موقعہ ہے مرنے کے بعد ہاتھ نہ آئیگا
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝
(المزمل آیت ۱۹)
ترجمہ۔ بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔ پھر جو چاہے اپنے رب کیطرف آنے کا راستہ بنالے

قرآن کریم کے احکام پر چل کر رحمت الٰہی کے مستحق بنو

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝
(الانعام آیت ۱۵۵)
ترجمہ۔ یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے۔ سو اس کا اتباع کرو۔ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے

قرآن کے احکام پر عمل کرنیوالوں کی محنت بارآور ہوگی

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ (الاعراف آیت ۱۷۰)
ترجمہ۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں۔ اور نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے۔

قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہا کرو

۱ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝
(العنکبوت آیت ۴۵)
ترجمہ۔ جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے۔ اسے پڑھا کرو۔ اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یعنی

قرآن کی تلاوت کرتے رہیئے تاکہ دل مضبوط اور قوی رہے۔ تلاوت کا اجر اور ثواب الگ حاصل ہو - اس کے معارف وحقائق کا انکشاف بیش ازبیش ترقی کرے دوسرے لوگ بھی سن کر اس کے مواعظ و علوم و برکات سے متمتع ہوں - جو نہ مانیں ان پر خدا کی حجت تمام ہو اور دعوت و اصلاح کا فرض حسن و خوبی سے انجام پاتا رہے

(حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

۲- وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ

(مزمل آیت ۴)

ترجمہ- اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو -

(بقول حضرت مولانا عثمانیؒ)

اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے - اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے - اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔

قرآن بصیرت افروز ہے

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ٥

(جاثیۃ آیت ۲۰)

ترجمہ - یہ قرآن لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت ہے - اور یقین کرنے والوں کے لئے رحمت ہے -

قرآن کے احکام سے اعراض کرنے والے کی سزا

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ٥ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ٥

ترجمہ- اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے کہیگا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں بینا تھا - فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں - پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا گیا ہے - اور اسی طرح ہم بدلہ دینگے جو حد سے نکلا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لایا - اور البتہ آخرت کا عذاب سخت دیر پا ہے

یعنی

جو لوگ قرآن کریم کے احکام سے اعراض کریں گے - ان کا اتباع نہ کریں گے - ان کے دونوں جہاں برباد ہیں۔

قیامت کے دن دوزخ میں ان کا ٹھکانا ہوگا -

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ٥ (مریم - آیت ۸۶)

ترجمہ - اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے اس دن یہ پچھتائیں گے۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ٥

ترجمہ- اور کہیں گے - ہائے ہماری کم بختی جزا کا دن یہی ہے -

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ

قرآن کریم کے احکام کے تابعداروں کا درجہ

جو لوگ یہ چار روزہ زندگی قرآن کریم اور اس کی عملی شرح حدیث شریف کے احکام کے مطابق گزاریں گے - اس دن یہ ہر قسم کے خوف و ہراس سے امن میں رہیں گے -

فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥

(البقرۃ آیت ۳۸)

ترجمہ - جو میری ہدایت پر چلیں گے - ان پر نہ کچھ خوف ہوگا - اور نہ وہ غمگین ہوں گے -

جنت ان کا ٹھکانا ہوگا -

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (الاحقاف آیت ۱۳-۱۴)

ترجمہ - بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے - پھر اسی پر جمے رہے - پس ان کو کوئی خوف نہیں - اور نہ وہ غمگین ہوں گے - یہی بہشتی ہیں - اس میں ہمیشہ رہیں گے - بدلے ان کاموں کے جو وہ کیا کرتے تھے

انہیں اللہ تعالےٰ کے مہمان ہونے کا درجہ ملے گا -

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ٥ (مریم آیت ۸۵)

ترجمہ - جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بنا کر جمع کریں گے -

جنتی اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لائینگے

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ٥

(الزمر آیت ۷۴)

ترجمہ - اور وہ کہیں گے - اللہ کا شکر ہے - جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا - اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں - پھر کیا خوب بدلہ ہے - عمل کرنے والوں کا -

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ -

بقیہ صک۶

مسئلہ حیات النبیؐ سے متعلق چار سالہ نزاع کا خاتمہ

میں مولانا غلام اللہ خاں صاحب سے مراسلت شروع کی تاکہ معاملہ کے ابتدائی مبادی طے ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ کسی دینی مسئلہ میں مفاہمت کے معنی خلاف دیانت رائے تبدیل کر دینے یا مسئلہ کو کم و بیش کر کے کسی اجتماعی نقطہ پر آ جانے کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے طریق مفاہمت اور فریقین کے لئے نقطۂ اجتماع ذہن میں یہ آیا کہ اوّلاً یہ مسئلہ عوام میں لایا ہی نہ جائے اور اگر بیان مسئلہ کی نوبت آئے تو اس کا قدر مشترک پیش کر کے اس کی تفصیلات اور اخلاقی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے بلکہ عوام کو ان کی گہری خصوصیات میں پڑنے سے روکا جائے تو کم از کم عوام میں سے یہ نزاعی صورتیں ختم ہو جائیں گی جو مضر ثابت ہو رہی ہیں۔ پھر اگر علماء کی حد تک تفصیلات میں کچھ اختلاف باقی بھی رہ جائے جس کا عوام سے کوئی تعلق نہ ہو تو گروپ بندی کے مضر اثرات ختم ہو جائیں گے جو فتنہ کی اصل بنے ہوئے ہیں اس لئے احقر نے اپنی محدود معلومات کی حد تک اس مسئلہ کے قدر مشترک کا ایک عنوان تجویز کر کے مولانا ممدوح کو لکھا کہ وہ اس بارے میں اپنی رائے ظاہر فرمائیں تاکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی حاصل کی جا سکے۔ اس عریضہ کا جواب جسے ملتان پہنچ کر مدرسہ خیر المدارس میں ملا جس میں مولانا غلام اللہ خاں نے احقر کے عنوان کو رد کئے بغیر خود بھی ایک عنوان لکھ کر بھیجا اس موقع پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور دوسرے معتمد علماء جمع تھے۔ جن کے سامنے احقر نے اپنا منصوبہ اور یہ دونوں عنوان رکھ کر گفتگو کی۔ طے یہ پایا کہ قیام ملتان کی قلیل مدت اس مسئلہ کے لئے کافی نہیں ہے اور بعض ضروری افراد بھی یہاں موجود نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر جہلم کے قیام میں رکھی جائے اور وہاں ایک مستقل دن اس کام کے لئے فارغ رکھا جائے اور ساتھ ہی احقر نے ملتان ہی سے اپنی تقریروں میں اس منصوبے کے لئے فضا ہموار کرنی شروع کر دی۔ ملتان، جہلم، سرگودھا اور راولپنڈی میں خصوصیت کے ساتھ اس بارہ میں اصلاحی عنوانات اختیار کئے گئے۔ احقر نے اس سلسلے میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہٗ۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری سے جہلم تشریف لے چلنے کے لئے عرض کیا۔

جس کو ان حضرات نے بخوشدلی منظور فرما لیا۔ مقررہ تاریخ پر یہ سب حضرات جہلم میں جمع ہو گئے۔ اور مسئلہ حیات النبی کا قدر مشترک زیر غور آیا۔ طے یہ پایا کہ قدر مشترک کم از کم اتنی تفصیل ضرور لئے ہوئے ہونا چاہئے جس سے مسئلہ کے تمام بنیادی گوشوں پر روشنی پڑ سکے اور عوام بطور عقیدہ کے اُسے سمجھ سکیں۔ چنانچہ گفتگو کے بعد ایک جامع تعبیر احقر نے قلمبند کی اور ارادہ کیا گیا کہ راولپنڈی میں ان حضرات ممدوحین کی موجودگی میں دوسری جانب کے ذمہ دار حضرات مولانا غلام اللہ خانصاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جمع کر کے اس منصوبہ اور مجوزہ عنوان پر گفتگو کی جائے اور اس مسئلہ کا آخری طور پر فیصلہ کر دیا جائے۔

چنانچہ ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء یوم جمعہ دونوں جانب کے یہ سب بزرگ احقر کی قیامگاہ (مدرسہ حنفیہ عثمانیہ) میں جمع ہو گئے۔ اس مجلس میں احقر نے اس معاملہ کی اول سے آخر تک ساری روداد بیان کر کے مسئلہ کا وہ منقح قدر مشترک دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ گفتگو نہایت دوستانہ اور مخلصانہ ماحول میں ہوئی اور ختم مجلس تک الحمدللہ یہی ماحول قائم رہا۔ نہ اس میں ہار جیت کے جذبات تھے نہ غلبہ و مغلوبیت کے تصورات تھے بلکہ مسئلہ کو سلجھانے اور نمٹانے کے جذبات نمایاں تھے اور آخری نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک کی تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی فریقین نے دستخط فرما دئے اس یادداشت کا متن بلفظہٖ حسب ذیل ہے۔

> عامۂ مسلمین کو فتنہ نزاع و جدال سے بچانے کے لئے مناسب ہو گا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہو گا۔ ضرورت پڑنے پر اسی کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے تفصیلات پر زور نہ دیا جائے عبارت حسب ذیل ہے:۔
>
> وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب　　　　(مولانا قاضی) نور محمد
وارد حال راولپنڈی ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء　　　　خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ
لاشئ (مولانا) غلام اللہ خان　　　　(مولانا) محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ قاضی شمس الدین صاحب (برادرِ خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا اُن کی مسلمہ ہے۔ بنابریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی عبارت بالا کو ان کا مسلّمہ سمجھا جائے۔

چونکہ اس موقع پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بوجہ علالت راولپنڈی تشریف نہ لا سکے۔ اس لئے احقر کے عرض کرنے پر اور مسوّدہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ صاحب نے اُن کے بارے میں حسب ذیل تحریر دستخط کر کے بندہ کو عنایت فرمائی جس کا متن بلفظہٖ حسب ذیل ہے:۔

> ہم (مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں۔ جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں اُن کو مدد نہ دیں گے
>
> نور محمد خطیب قلعہ دیدار سنگھ
>
> لاشئ غلام اللہ خاں　　(۲۲ر جون ۱۹۶۲ء)

اس تحریر پر ہر دو دستخط کنندہ بزرگوں کی حق پسندی اور حق گوئی ظاہر ہے۔ باوجودیکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے ان بزرگوں کے قوی ترین تعلقات اور مخلصانہ روابط ہیں مگر اس بارہ میں انہوں نے کسی رو رعایت سے کام نہیں لیا جس سے ان کی انصاف پسندی اور دین کے بارے میں بے لوثی نمایاں ہے۔ تاہم سید صاحب ممدوح کے بارے میں مجھے اپنی معلومات کی حد تک یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ برزخ میں انبیاء کی حیات جسمانی کے کلیتہً منکر نہیں ہیں صرف اس کی کیفیت اور نوعیت میں کلام کرتے ہیں ایسے ہی وہ حاضرین قبر شریف کے درود و سلام

کے حضور کے سمع مبارک تک پہنچنے اور آپ کے سننے کا بھی علی الاطلاق انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے دوام اور ہر وقتی ہونے کے قائل نہیں اُن کا یہ ناتمام اقرار چونکہ ان کی مفہومہ حجّت سے ہے اس لئے انہیں اس بارہ میں منکر نہیں کہا جائیگا بلکہ مؤول سمجھا جائیگا۔ گو ان کی یہ تاویل بمقابلۂ جمہور اس ناچیز اور ہر دو دستخط کنندہ بزرگان ممدوحینؒ کے نزدیک قابل تسلیم نہیں لیکن مذکورہ صورت حال کے ہوتے ہوئے جبکہ ان کا یہ اختلاف حجت سے ہے ان پر زبان طعن و ملامت کھولنا یا تشنیع کرنا کسی طرح قرینِ انصاف و صواب نہیں بالخصوص جبکہ وہ دوسرے مسائل میں بحیثیت مجموعی اہل دیوبند اور اہلسنت والجماعت کے حامی اور خادم بھی ہیں۔ اس لئے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر سکوت اختیار کر لیا جانا ہی قرین مصلحت اور جانبین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی مجھے اپنے محترم سید صاحب ممدوح سے بھی پوری توقع ہے اور امید رکھنی چاہئے کہ وہ مسئلہ حیات کی ان تفصیلات میں جمہور اہلسنت والجماعت کے مسلک کا احترام قائم رکھنے کے لئے اپنے کسی خصوصی مفہوم کو (خواہ وہ ان کی دانست میں مفہوم اہلسنت والجماعت ہی ہو مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ان کا خصوصی مفہوم شمار کیا جا رہا ہے اور خواہ وہ کتنی بھی دیانت پر مبنی ہو) ضروری الاشاعۃ نہ سمجھتے ہوئے سکوت کو کلام پر ترجیح دیں گے۔ مسئلہ کوئی ایسا اساسی اور بنیادی عقائد کا نہیں ہے کہ اُس میں روا رکھا جائے۔

اسی طرح عام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مسائل اور ان میں علماء کے جزوی اختلافات کو مناقشات اور جدال و نزاع کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اس قسم کے اختلافات امت کے لئے آسانیوں کا ذریعہ بنائے گئے ہیں نہ کہ نزاعات اور مناقشات کا۔ اس لئے عملاً و اعتقاداً جمہور سلف و خلف کا دامن تھام کر دوسری جانبوں سے مصالحت اختیار کریں۔ لڑنے اور لڑانے کی خُو پیدا نہ کریں۔ آج امت کے بہت سے اہم اور بنیادی مسائل ہیں جو ان کی ہیئت اجتماعی کے متقاضی ہیں اور یہ ہیئت جب ہی برقرار رہ سکتی ہے کہ اسے اس قسم کے فروعی اختلافات میں بصورت گروہ بندی ضائع نہ کیا جائے۔

آخر میں مَیں دونوں جانب کے بزرگوں اور بالخصوص فریقین کے نامبردہ اکابر کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی گذارشات کو پوری توجہ اور التفات خاطر اور سمع قبول کے ساتھ سنا اور ملت کو بہت سے مفاسد اور مہالک سے بچا لیا فجزاھم اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

اس نئی اصلاحی صورت کا سب سے زیادہ شاندار مظاہرہ راولپنڈی کے اس عظیم الشان جلسۂ عام میں ہؤا جو احقر کی تقریر کے سلسلے میں مدرسہ حنفیہ عثمانیہ کے زیر اہتمام ایک بڑے میدان میں زیر صدارت حضرت مولانا خیر محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ خیر المدارس ملتان منعقد کیا گیا تھا۔ احقر کو منظوم سپاسنامہ دینے سے جلسہ کا آغاز ہؤا۔ اور احقر کی تقریر شروع ہوئی جو تقریباً ڈھائی گھنٹہ جاری رہی۔ تقریر کے آخر میں احقر نے عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اس نزاع کے ختم ہونے کی بشارت تفصیل سے سنائی جس سے عوام میں خوشی کی ایک بے پناہ لہر دوڑ گئی۔ اور ان ہزارہا انسانوں کے ہجوم نے بے تحاشا تبریک و تہنیت کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جس سے فضا گونج اٹھی۔ ختم تقریر پر ایک جانب سے مولانا غلام اللہ خانصاحب نے اور دوسری طرف سے مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے اپنی تقریروں سے اس بیان کی توثیق کی اور نہایت فراخدلانہ اور مخلصانہ لب و لہجہ سے فرمایا کہ ہم نے مہتمم دارالعلوم کے درمیان میں پڑ جانے سے اس مسئلہ کی نزاعی صورت حال کو ختم کر دیا ہے اور جو چیز ہمیں ناممکن نظر آ رہی تھی وہ اس شخصیت (احقر ناکارہ) کے درمیان میں آ جانے سے نہ صرف ممکن ہی بن گئی بلکہ واقعہ ہو کر سامنے آ گئی اور ہم کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس مہم کو مہتمم دارالعلوم ہی کی شخصیت انجام دے سکتی تھی۔ جس میں ایک طرف دارالعلوم دیوبند جیسے علمی و مذہبی مرکز کی سربراہی کی نسبت موجود ہے جو ہم سب کا مرکز قلوب ہے اور دوسری طرف بانیٔ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی وہ قاسمی نسبت موجود ہے جو پوری قاسمی برادری کو اس پر متحد کئے ہوئے ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے سوا دوسرے سے یہ مہم انجام نہیں پا سکتی تھی۔ بہرحال ہم نے اس نزاع کو ختم کر دیا ہے۔ اور ہم اس بارے میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔

ان دو تقریروں کے بعد یہ ہزاروں آدمیوں کا عظیم اجتماع جذبات مسرت سے ابل پڑا۔ اور اس نے مہتمم دارالعلوم زندہ باد دارالعلوم دیوبند زندہ باد اور علمائے دیوبند زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کئے۔ کئی منٹ تک فضا نعروں سے گونجتی رہی اور مجمع میں جذبات مسرت کی ایک عجیب حرکت تھی جس سے مجمع متموج دریا کی طرح متحرک نظر آ رہا تھا اور نعروں میں تقریریں بند ہو گئیں۔ بالآخر جلسہ شاندار کامیابی کے ساتھ ختم ہؤا اور جو تحریک احقر کے قلم سے کراچی سے شروع ہوئی تھی۔ وہ ملتان، سرگودھا، جہلم میں اپنے مختلف مراحل سے گذرتی ہوئی راولپنڈی میں حد اتمام تک پہنچ گئی۔ خدائے برتر و توانا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ چار سال کی مکدّر فضا صاف ہوئی اور اس کے المناک آثار رُو بہ زوال نظر آنے لگے۔ والحمد للہ اوّلاً و آخراً۔

حق تعالٰے اس یگانگت کو پائدار اور برقرار رکھے۔ اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین و ملّت کے اہم کاموں کو جزئیات فرعیہ کے مقابلے میں اہم سمجھتے ہوئے اپنی جماعتی قوتوں کو ان پر لگائیں۔

احقر

مدیر دارالعلوم دیوبند
نزیل حال جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
۲۴ر جون ۱۹۶۲ء

بقیہ خطبہ جمعہ صـ۵ سے آگے

اور محسن اعظمؐ نے عورت اور مرد میں منصفانہ حقوق قائم کرنے کے ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ عورت گھر کی زینت ہے۔ وہ ضرورت پر پردۂ حیا کے ساتھ باہر بھی نکل سکتی ہے لیکن کلب کی رونق نہیں بن سکتی۔ یہ عفت و عصمت کی دولت گرانمایہ اپنے مرد کے خزینۂ دل میں جگہ پا سکتی اور گھر کی ملکہ بن سکتی ہے لیکن منڈی کی چیز اور بازار کی جنس قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اور یہی اعتدال کی راہ اور صراطِ مستقیم ہے۔

اے میری عفت مآب بہنو! شریف النفس انسان کبھی اپنے محسن کے احسان کو نہیں بھولتے یاد رکھئے آپ کو یہ عزت اور سوسائٹی میں بلند مقام کملی والے کی تعلیم کے صدقے میں ملا ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اس محسن اعظمؐ کی آواز پر کان دھریں۔

(باقی صـ۱۷ پر)

بقیہ صہ۱۲ پہلا خون

جائے اور یہی ظالموں کا بدرہے۔

یہ تھی وہ گفتگو جو دنیا کے پہلے دو سگے بھائیوں میں ہوئی جسے قرآن کریم کے صادقانہ کلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ بائبل اس کے متعلق کوئی خبر نہیں دیتی۔ بس اتنا کہتی ہے:۔

"اور قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو "کچھ" کہا"۔ پیدائش (۴:۸)

ظالم انسان پر اس مخلصانہ جواب کا کوئی اثر نہ ہؤا وہ اپنے غرور کی مستی میں غرق تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو اپنی راہ کی رکاوٹ سمجھا اور اسے ہٹانا ضروری جانا۔ آخر اس کے خبیث نفس نے اُسے بھائی کے قتل پر آمادہ کر ہی لیا۔ قرآن حکیم کا بیان ہے فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَه فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥

(۵ : ۳۰)

ترجمہ:۔ سو اس کے نفس نے اُس کے بھائی کے قتل پر اسے راضی کر دیا۔ پس اُس نے اُسے مار ہی ڈالا اور وُہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

بائبل کہتی ہے:۔

"اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے تو یوں ہؤا کہ قائن نے اپنے بھائی ہابیل پر حملہ کیا۔ اور اُسے قتل کر ڈالا۔ تب خداوند نے قائن سے کہا کہ تیرا بھائی ہابیل کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ کیا میں اپنے بھائی کا محافظ ہوں؟ پھر اُس نے کہا۔ کہ تو نے یہ کیا کیا؟ تیرے بھائی کا خون زمین سے مجھ کو پکارتا ہے اور اب تو زمین کی طرف سے لعنتی ہؤا۔ جس نے اپنا منہ پسارا کہ تیرے ہاتھ سے تیرے بھائی کا خون لے۔ جب تُو زمین جوتے گا تو وہ اب تجھے اپنی پیداوار نہ دے گی اور زمین پر تُو خانہ خراب اور آوارہ ہوگا۔

پیدائش ۴ : ۸ - ۱۲)

زمین پہلی بار بے گناہ کے خون سے رنگین ہوئی اور یہ سلسلۂ نامبارک چلا۔ اور آج تک چلتا آ رہا ہے۔ کئی بھائی قتل کئے گئے۔ اور کئی بے گناہوں کے خون بہائے گئے۔ کیا قاتل اپنے بھائیوں کو قتل کر کے شادکام ہوئے؟ نہیں بلکہ ناکام و نامراد ہوئے۔ وہ اُن کے بعد آباد نہیں ہوئے بلکہ خائب و خاسر، آوارہ اور خانہ خراب ہوئے۔

قرآن حکیم آگے بیان کرتا ہے:۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ۔ تب اللہ تعالےٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کو کریدتا تھا۔ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ط تاکہ اسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے۔ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ کہنے لگا۔ مجھ پر افسوس۔ مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ اس کوّے کی مانند ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا۔ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ۔ تب وُہ پچھتانے والوں میں سے ہوا۔

(۵ : ۳۱)

یہ پہلا خون تھا۔ قاتل قابیل نہیں جانتا تھا کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیا کرے۔ آخر کوّے سے سبق سیکھا۔ اور لاش کو زمین میں دفن کیا۔ اُسے افسوس ہؤا کہ میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوں۔

کوّے میں دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے ہم جنس کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے اور دوسرے یہ کہ اُس میں جس قدر ہمدردی ہے وہ دوسرے جانوروں میں کم پائی جاتی ہے۔ دیکھئے! ایک آواز پر بکثرت جمع ہو جاتے ہیں

اس پر شریعت الٰہیہ نازل ہوئی اور یہ فیصلہ صادر ہؤا:۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ۔ اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے مقرر کر دیا۔ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے بدلہ کے یا زمین میں فساد کے مار ڈالے تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا۔ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط اور جس نے اُسے زندہ رکھا تو گویا اُس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔ (۵ : ۳۲)

بقیہ صہ۱۱ دعا اور اس کی حقیقت

کہ اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں جلد اور زیادہ قبول ہوتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گنہگاروں کی دعائیں سُنی ہی نہ جاتی ہوں۔ اس لئے کسی کو یہ خیال کر کے دعا چھوڑ نہیں دینی چاہئے کہ ہم گنہگاروں کی دعا سے کیا ہوگا۔ اللہ رحیم و کریم جس طرح اپنے گنہگاروں کو کھلاتا پلاتا ہے اُسی طرح اُن کی دعائیں بھی سنتا ہے۔ اس لئے اللہ سے دعا سب کو کرنا چاہئے۔ اوپر بتایا بھی جا چکا ہے کہ دعا مستقل عبادت بھی ہے اس لئے دعا کرنے والے کو ثواب تو بہرحال ملے گا اور اگر چند دفعہ دعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی مایوس اور نااُمید نہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے۔ کبھی کبھی اُس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ دُعا دیر سے قبول کی جائے اور اس میں انسان کی بہتری بھی ہوتی ہے۔ لیکن بندہ اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے اس کو جانتا نہیں اور جلد بازی کرنے لگتا ہے اور مایوس ہو کر دعا کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔

الغرض بندہ کو چاہئے کہ اپنی ضروریات کے لئے اللہ کے دربار سے دُعا کرتا ہی رہے نہ معلوم کون سی گھڑی مقبولیت کی ہو جس میں اس کی دعا قبول ہو جائے۔

بقیہ خطبہ جمعہ صہ۱۶ سے آگے

دیکھو! محمدؐ عربی کا دین آپ کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ اٹھو اور کہہ دو کہ عائلی قوانین جو ہمارے آقاؐ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور آپ کے دین سے کھلا ہوا مذاق ہیں ان کی تنسیخ کا مطالبہ کرتی ہیں اور اپنے محسنؐ کے اتباع میں ہی زندگی کی بقا سمجھتی ہیں۔

عزیز بہنو! اعلان کر دو کہ ہم ان مغرب زدہ خواتین سے اظہار بیزاری کرتی ہیں جو ہمیں کملی والے کے مقدس دامن سے ہٹا کر دور حاضر کے ناپاک عز[ائم] کی آماجگاہ بنانے پر تُلی ہوئی ہیں۔

ہمارے دلوں کو ٹھنڈک اور سکون تو مدینے والے کے دامن رحمت کے سائے تلے میسر آسکتا ہے

اے اللہ! ہمیں اپنے حبیبؐ کے دامن سے تا[حیات] وابستہ رکھیو۔ آمین!

بقیہ صـ ۱۹ بچوں کا شوق جہاد

اسے قتل کر سکیں۔ تاہم میں نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں بتا دیا کہ ابوجہل وہ کھڑا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا اشارہ کرنا ہی تھا کہ وہ دونوں بچے ابوجہل پر اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ وہ دلاورانِ قریش کی صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل تک جا پہنچے۔ اور اس پر ایسا بھرپور وار کیا کہ چشم زدن میں اس سرکش انسان کا مغرور سر خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ یہ واقعہ ایسا آناً فاناً ہوا کہ گویا ایک بجلی تھی جو کوند گئی۔ ابوجہل کے ساتھی دیکھتے ہی دیکھتے رہ گئے اور اس کو بچانے کی کوئی کوشش نہ کر سکے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ (جنھوں نے بعد ازاں ایمان لا کر اسلام کی بڑی خدمت کی) بھی اس وقت باپ کے پاس کھڑے تھے مگر اپنی مسلمہ شجاعت اور بے نظیر بہادری کے باوجود باپ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ تاہم باپ کے قتل کے بعد انہوں نے بچوں پر حملہ کیا—— آفرین ہے ان کم سن مگر جوان ہمت بچوں پر کہ ابوجہل کو قتل کرنے کے بعد میدان سے بھاگے نہیں بلکہ قریش کے جنگجو اور آزمودہ کار سرداروں کا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کرنے لگے ان میں سے ایک پر عکرمہ نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ بازو کٹ کر لٹکنے لگا۔ مگر اس کے باوجود وہ فخر شجاعت میدان سے بھاگا نہیں بلکہ برابر مقابلہ کرتا رہا۔ چونکہ کٹا ہوا بازو لڑنے میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ اس لئے اسے خود ہی کھینچ کر الگ کر دیا۔ اور پھر لڑنے میں مصروف ہو گیا۔ حتیٰ کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

عزیز بچو! تاریخ اسلام پر نظر ڈالئے تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایک نہایت قلیل عرصہ میں مسلمان خدا کی وسیع و عریض دنیا کے بیشتر حصہ پر قابض ہو گئے۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا پر چھا گئے۔ دنیا ان کے محیر العقول کارناموں پر حیران ہے، ان کی حیرت انگیز ترقی کی مثال دنیا کی کسی اور قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس بے مثال ترقی کی وجہ محض یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں نے اس راز کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا ہو جانے کا نام ہے۔ اس لئے وہ موت کے خوف سے بے نیاز ہو گئے وہ ظلم و ستم کو ختم کرنے اور حق و صداقت کے تحفظ کی خاطر باطل کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتے۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ جو قوم مرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اسے کوئی مار نہیں سکتا۔ اور جس قوم کے افراد اپنی جانوں کو عزیز رکھتے اور موت سے ڈرتے ہیں وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ موت و حیات کے متعلق ان کا یہ نظریہ تھا ؎

فنا کیسی بقا کیسی جب اس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے کبھی اس گھر میں جا ٹھہرے

پس اے عزیز بچو! خدا کی راہ میں اپنے مظلوم بھائیوں کی خاطر، ملک و ملت کی خاطر اور اپنی عزت و ناموس کی خاطر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ——

بندگانِ حق دنیا سے رحلت کے باوجود زندہ رہتے ہیں ؎

بندۂ حق پر اجل کا وار اثر کرتا نہیں
یہ وہ انسان ہے کہ مر جانے سے بھی مرتا نہیں

غفلت اور لاپرواہی چھوڑ دو۔ اپنے اسلاف کی تاریخ پر نگاہ ڈالو، ان کے کارناموں کو مشعلِ راہ بناؤ۔ اپنے شاندار ماضی کا مطالعہ کرو۔ اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم بہن بھائیوں کو ہندو جیسی بدتمیز قوم سے آزاد کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ صلح و آشتی کی تمام تدبیریں ناکام ہو چکی ہیں۔ اٹھو اور اپنے خون سے آزادی کی شمع کو روشن کر دو۔

بچوں کے لئے

بچوں کا شوقِ جہاد

محمد اکرام الحق، گجرات

عزیز بچو! تاریخ اسلام کے وراق ایسے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں جن پر شجاعت اور بہادری ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ بہادری کے واقعات تو آپ کو دوسری اقوام کی تاریخ میں بھی مل سکیں گے لیکن اس قسم کا ایک واقعہ بھی نہیں مل سکے گا جو مسلمانوں کے محیّر العقول کارناموں کا مقابلہ کر سکے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا ہر بچہ جذبۂ جہاد سے سرشار اور رگِ باطل کے لئے نشتر کا حکم رکھتا تھا۔ اس زمانہ میں مسلمان اس امر کی انتہائی کوشش کرتے تھے کہ ان کے بچوں کو خدمتِ دین کا موقع مل سکے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی عمر جنگ اُحد کے موقع پر صرف تیرہ سال تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس التجا کے ساتھ حاضر ہوئے کہ انہیں جنگ میں شرکت کا موقع مل سکے۔ آنحضرتؐ نے سر سے پاؤں تک نگاہ ڈالی اور فرمایا۔ ابھی بہت چھوٹے ہو۔ لیکن باپ نے پھر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا۔ دیکھئے حضورؐ! پورے مرد کا ہاتھ ہے ضرور موقع دیجئے۔

غزوۂ بدر کے وقت حضرت انسؓ کی عمر بارہ سال تھی۔ مگر آپ جنگ میں شریک ہوئے اور پھر اگلے سال جنگ اُحد میں بھی شرکت کی۔

جنگِ اُحد میں شرکت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے سمرہ بن جندبؓ کی درخواست نامنظور کر دی کیونکہ وہ بہت کمسن تھے۔ سمرہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے رافع بن خدیج کو اجازت دے دی ہے۔ حالانکہ میں اسے کشتی میں گرا سکتا ہوں۔ آنحضرتؐ کو اس معصوم بچے کی بات کا لطف آیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اچھا رافع سے کشتی کر کے دکھاؤ۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور سمرہؓ نے رافعؓ کو پچھاڑ دیا اور اس طرح جنگ میں شرکت کی اجازت حاصل کر لی۔

آنحضرتؐ جب غزوہ بدر کے لئے نکلے تو بہت سے کم سن بچے بھی شوقِ جہاد میں ساتھ ہو لئے ان میں ایک عمیرؓ بھی تھے۔ آنحضرتؐ نے تھوڑی دور باہر جا کر فوج کا جائزہ لیا۔ تو بچوں کو واپسی کا حکم دیا۔ عمیرؓ لشکر میں اِدھر اُدھر چھپ گئے لیکن پھر پکڑے گئے۔ آنحضرتؐ نے واپسی کا حکم دیا تو بے ساختہ رو پڑے۔ اس شوق اور تڑپ کو دیکھ کر آپؐ نے اجازت دے دی۔

حضرت سعد بن خشیبہؓ جنگ بدر کے وقت کم عمر تھے مگر شرکت کے لئے مُصر تھے۔ آپ کے والد بھی جنگ پر جا رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہم دونوں میں سے ایک کو گھر پر رہنا چاہئے۔ بیٹے نے کہا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں اپنے اشتیاق کو آپ کی خواہش پر قربان کر دیتا۔ مگر یہ حصولِ جنّت کا سوال ہے۔ میں آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا آخر فیصلہ قرعہ اندازی پر ٹھیرا۔ قرعہ بیٹے کے نام کا نکلا۔ چنانچہ وہ جنگ میں شریک ہوئے اور شہادت پائی۔ ابوجہل جیسے مغرور اور سرکش کو جو اسلام کا سخت دشمن تھا جہنم رسید کرنے والے بھی دو کمسن بچے تھے۔ اس کی تفصیل حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے لئے جب مسلمانوں نے اپنی صفیں درست کیں تو میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی اور یہ دیکھ کر مجھ پر افسردگی چھا گئی کہ میرے دونوں طرف دو کمسن بچے کھڑے ہیں۔ دست بدست لڑائی میں اگر کسی سپاہی کے دونوں پہلو مضبوط نہ ہوں تو وہ بے جگری سے نہیں لڑ سکتا۔ اس لئے مجھے خدشہ پیدا ہوا کہ میں آج کوئی کارِ نمایاں سرانجام نہیں دے سکوں گا۔ میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ ان بچوں میں سے ایک نے آہستہ سے مجھے کہنی مار کر اپنی طرف متوجّہ کیا اور رازدارانہ لہجہ میں مجھ سے پوچھا "چچا وہ ابوجہل کون ہے۔ جو مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف پہنچاتا تھا۔ میں نے اللہ تبارک و تعالےٰ سے عہد کیا ہے کہ آج اس مردود کو قتل کرونگا یا اسے قتل کرنے کی کوشش میں اپنی جان دے دوں گا۔" اس نے یہ سوال ایسے انداز میں کیا کہ گویا وہ دوسرے بچے کو اپنے اس ارادے سے بیخبر رکھنا چاہتا ہے۔ ابھی میں نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا تھا کہ دوسرے بچّے نے بھی اسی طرح کہنی مار کر اپنی طرف متوجّہ کیا اور بالکل یہی سوال کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان بچّوں کے اس سوال کو محض بچپن کا ایک خیال سمجھا۔ ابوجہل اس وقت قریش کے بڑے بڑے نامی پہلوانوں کے حلقہ میں کھڑا تھا۔ وہ پوری طرح مسلح تھا۔ اور میں یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہ معصوم بچّے اس تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہو سکیں گے چہ جائیکہ

(باقی ص ۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری ۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

پاک و ہند کے جید علمائے کرام کا مصدقہ

قرآن عزیز مجلد

مترجم و محشّٰی

-: مرتبہ :-

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ھدیہ :- مجلد بارچہ چھ روپے پچیس پیسے محصولڈاک دو روپے

کاغذ مکینیکل نیوز - (رقم بذریعہ منی آڈر پیشگی بھیجیں)

ہر سورۃ کا عنوان، ربط آیات، ہر رکوع کے شروع میں خلاصہ اور ماخذ

مسلمان قوم کو غیرت، حمیت اور اسلام کی دعوت

خطباتِ جمعہ

از حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جمعہ کے دن جو خطبہ حضرت شیخ التفسیرؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ پہلے "خدام الدین" میں چھپتے رہتے تھے۔ اب ان کو کتابی شکل دے کر علیحدہ شائع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت تک خطبات کی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ سوائے درجہ سوم کے ہر ایک کی قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ہے تاجران کے لئے خاص رعایت۔ محصولڈاک ایک روپیہ پچاس پیسے بذمہ خریدار۔

الائیٹ انک



PERMANENCY PERFECT FLUIDITY AND BRIGHT COLOURS ARE THE DOMINENT QUALITIES OF ELITE INK.

বাজারের সেরা, পরীক্ষা করে দেখুন,

اپنے بلند معیار ہی کے سبب مقبول عام ہے

شجرہ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ اور ترکیب ذکر جہر

سہ رنگا • آرٹ پیپر

قیمت ۲۵ پیسے —— ڈاک خرچ ۱۳ پیسے

قرآن مجید (سندھی ترجمہ)

شیخ المشائخ قطب الاقطاب اعلیٰ حضرت مولانا وسیدنا تاج محمود امروٹی نور اللہ مرقدہٗ

شائع ہو گیا ہے

ہدیہ فی جلد سات روپے ڈاک خرچ دو روپے کُل نو روپے۔ پیشگی بھیج کر طلب کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں روحانی بیماریوں کا مکمل علاج

مجلسِ ذکر کے مضامین کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔ آپ ان مضامین کے عنوانات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ کتاب میں کیا درج ہے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ مجلس ذکر کے بعد جو ارشادات فرماتے رہتے تھے وہ خدام الدین میں چھپتے رہتے تھے اب ان کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے پانچ حصے ہیں ہر ایک حصہ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ مکمل سیٹ کی قیمت پانچ روپے محصولڈاک بذمہ خریدار۔ مبلغ ایک روپیہ (چھٹا حصّہ زیر طبع ہے)

خاص خاص مضامین کی فہرست

حصہ اوّل	حصہ دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم	حصہ پنجم
• ذکر الٰہی کی خاصیتیں • ذکر الٰہی کی تاثیر • موتِ محمود	• تقویٰ اور زہد میں فرق • عالم وحدت اور عالم کثرت • انسان کی روحانی تربیت	• آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔	• فیض کیا چیز ہے • کامل کی صحبت • تزکیہ کی برکات	• ریا۔ سمعہ • باطن کی اصلاح کے بغیر صحیح طریقہ سے شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا۔